Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

A Study of Annemarie Schimmel & Sindhi Folk Stories

این میری شمل اور سندھی لوک داستان۔ایک مطالعہ

Anam Naz[1], Dr. Rabia Sarfraz[2] (Corresponding Author)
PhD Scholar, Chairperson, Department of Urdu, Government College University Faisalabad
Corresponding Email: dr.shaistahameed@gcu.edu.pk

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 24-06-2025
Accepted: 29-07-2025
Online: 07-09-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract

Annemarie Schimmel (7 April 1922-26 January 2003) is renowned as a prominent scholar of Iqbal and is also counted among Rumi's scholars. The subject of her major works is Sufism. This is also a reference to her interest in the civilization and culture of Sindh. While narrating this love story, she has also extensively described the characteristics of Sufism. She has also repeatedly quoted the writings of Sufis like Imam Ghazali, Maulana Rumi, Mansoor Hallaj and Shah Abdul Latif. The author has skillfully made topics like Sufism, the path of conduct, the stages of self-control, the heat of love and the devotion to unity in the context of Shah Abdul Latif Bhittai's poetry. In her work on Sindhi folk literature titled "My Soul is a Woman", she has explained the rights of women in the context of feminism in Islam in an argumentative manner.

Keywords:
Annemarie Schimmel, Sindhi Folk Stories,

این میری شمل (7 اپریل 1922-26 جنوری 2003)اقبال کی ایک ممتاز سکالر کے طور پر مشہور ہیں اور ان کا شمار رومی دانشوروں میں بھی ہوتا ہے۔ان کی اہم تصانیف کا موضوع تصوف ہے۔یہ سندھ کی تہذیب و ثقافت میں ان کی دلچسپی کا بھی حوالہ ہے۔اس داستانِ عشق کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے تصوف کی خصوصیات کو بھی وسیع پیمانے پر بیان کیا ہے۔اس نے امام غزالی، مولانا رومی، منصور حلاج اور شاہ عبداللطیف جیسے صوفیاء کی تحریروں کا بھی بارہا حوالہ دیا ہے۔مصنف نے شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کے تناظر میں تصوف، راہِ سلوک، ضبط نفس کے مراحل، محبت کی حرارت اور اتحاد کی لگن جیسے موضوعات کو بڑی مہارت سے بنایا ہے۔سندھی لوک ادب پر اپنے

کام میں جس کا عنوان ہے "میری روح ایک عورت ہے"، اس نے اسلام میں حقوق نسواں کے تناظر میں خواتین کے حقوق کو دلیلی انداز میں بیان کیا ہے۔

این میری شمل کی شہرت ایک ممتاز اقبال شناس کے طور پر ہے اور ان کا شمار رومی سکالرز میں بھی ہوتا ہے۔ ان کی اہم تصانیف کا موضوع تصوف ہے۔ سندھ کی تہذیب و ثقافت سے ان کی دلچسپی کا حوالہ بھی یہی ہے۔ یہ تحقیقی مضمون جرمن مستشرقہ این میری شمل کی سندھی لوک ادب پر تحقیق کا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے۔ شمل نے سندھی لوک کہانیوں کو محض داستانی یا رومانوی قصے نہیں سمجھا بلکہ انہیں روحانی، عرفانی اور تہذیبی اظہار کا ذریعہ قرار دیا۔ ان کے مطابق سسی، ماروی، مومل اور نوری جیسے کردار عشقِ حقیقی، قربانی اور باطنی تلاش کی علامتیں ہیں۔ مضمون میں شمل کی کتاب Sindhi Literature اور دیگر تحریروں کی روشنی میں سندھی صوفی روایت، لوک شعور اور مغربی علمی تناظر کو یکجا کیا گیا ہے۔

این میری شمل (1922–2003) اسلامیات، صوفی ادب اور مشرقی تہذیب کی بین الاقوامی ماہر تھیں۔ انہوں نے اردو، فارسی، عربی، ترکی اور سندھی زبانوں میں صوفیانہ ادب پر گہری تحقیق کی۔ ان کی کتاب (1974) Sindhi Literature سندھی لوک ادب پر مغربی دنیا میں پہلی جامع علمی کاوش تھی۔

سندھی لوک ادب کی بنیاد صوفیانہ روایت پر ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست اور دیگر شعرا نے لوک کہانیوں کو عرفانی استعاروں میں ڈھالا۔ شمل کے مطابق:

> "The tales of Sassi, Maraui, and Momal are not mere romantic stories—they are mystical allegories of the soul's journey toward the Divine."[1]

سسی کی صحرانوردی، ماروی کی وطن پرستی، اور مومل کی آزمائشیں دراصل روحانی تلاش، تزکیہ نفس اور عشقِ حقیقی کی علامتیں ہیں۔

شمل کا سندھی ادب سے تعارف پاکستان کے دوروں کے دوران ہوا۔ انہوں نے سندھ کے دیہی علاقوں میں عوامی سطح پر صوفی شعرا کی مقبولیت کو دیکھا۔ ایک واقعہ میں انہوں نے گڑھی یاسین میں ایک لوک گیت سنا جس میں حسین بن منصور حلاج کا ذکر تھا۔ وہ لکھتی ہیں:

> "Even in remote Sindhi villages, the name of Hallaj echoes through folk songs—testimony to the depth of mystical consciousness among the people." [2]

شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کو شمل نے "روحانی موسیقی" قرار دیا۔ ان کے مطابق شاہ لطیف کے بیت اور سور انسانی روح کے ارتقاء کو بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

"Shah Latif's poetry is a symphony of longing, where the desert becomes a metaphor for divine absence." [3]

سچل سرمست کی شاعری میں وحدت الوجود، عشقِ الٰہی، اور انسانی مساوات کے پیغامات کو شمل نے "صوفیانہ احتجاج "قرار دیا۔ شمل نے سندھی لوک ادب میں عورت کے کردار کو روحانی رہنما کے طور پر دیکھا۔ ان کے مطابق:

"The female protagonists in Sindhi tales are not passive—they are seekers, rebels, and mystics in their own right." [4]

سسی، ماروی اور مومل جیسے کردار عشق، وفا اور قربانی کی علامتیں ہیں، جو روحانی شعور کو اجاگر کرتے ہیں۔

شمل کی تحریروں نے سندھی ادب کو عالمی سطح پر متعارف کرایا۔ ان کی کتاب Sindhi Literature میں سندھی زبان، اس کی شعری روایت، اور لوک کہانیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ ان کے مطابق:

"Sindhi literature is a spiritual heritage, a bridge between folk wisdom and mystical insight." [5]

شمل نے سندھی لوک ادب کو جدید دور کے شناختی بحران سے جوڑتے ہوئے کہا:

"In an age of materialism and alienation, folk tales like those of Sindh reconnect us to our spiritual roots." [6]

ان کے مطابق لوک ادب انسان کو اس کی اصل شناخت، روحانی وابستگی اور تہذیبی شعور سے جوڑنے کا ذریعہ ہے۔

این میری شمل کی سندھی لوک ادب پر تحقیق ایک ایسا علمی ورثہ ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان فکری پل بناتا ہے۔ ان کی تحریریں ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ لوک ادب محض قصے کہانیاں نہیں بلکہ انسان کے باطنی سفر، عشقِ حقیقی، اور روحانی تلاش کی داستانیں ہیں۔ ان کے کام نے سندھی ادب کو عالمی سطح پر پہچان دی اور اس کی روحانی گہرائی کو اجاگر کیا۔

سندھی لوک ادب کے حوالے سے اپنی تصنیف بعنوان "My Soul is a Woman" میں اسلام میں تانیثیت کے تناظر میں خواتین کے حقوق کو مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔ بارہ ابواب پر مشتمل اس تصنیف کا دسواں باب سسی پنوں کی لوک داستان کی مناسبت سے "Sassi's wanderings" کے عنوان سے ہے۔ سسی کی صحرانوردی در حقیقت "چاند کا ٹکڑا" کے عنوان سے سندھ اور پنجاب کی عشقیہ لوک داستانوں میں ایک نمایاں عشقیہ لوک داستان ہے جو دیگر داستانوں کے مانند روایت بہ روایت آگے منتقل ہوتی آرہی ہے۔ این میری شمل اس مضمون میں بتاتی ہیں کہ اس داستان کو تحریری شکل میں معروف سندھی صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنے رسالے بعنوان "شاہ جو" میں بیان کیا ہے۔ مصنفہ نے شاہ عبدالطیف بھٹائی کی بیان کردہ کہانی کو اختصار کے ساتھ اس مضمون میں پیش کیا ہے۔ جس کے مطابق ازمنہ قدیم میں بیٹیوں کو قتل کرنے یا اسے کہیں دور دراز علاقوں میں چھوڑ آنے کی روایت موجود تھی۔

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

اس مضمون کے مطابق ایک ہندو براہمن کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوتی ہے۔ ہندو مت کی روایات کے مطابق ایک جوتشی اس بچی کا مستقبل معلوم کرنے کے لیے اس کا زائچہ تیار کرتا ہے اور اس کے والدین کو آگاہ کرتا ہے کہ اس بچی کی شادی ایک مسلمان نوجوان سے ہو گی۔ والدین اس ندامت سے بچنے کے لیے اسے ایک ٹوکری میں ڈال کر دریا برد کر دیتے ہیں۔ دریائے سندھ کنارے آباد شہر بھنبھور میں آباد ایک مسلمان دھوبیوں کا خاندان اس ٹوکری کو پکڑ لیتا ہے اور بچی کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ جوان ہونے کے بعد یہ لڑکی ایک خوبرو اور دل کش حسینہ بن جاتی ہے۔ جس کے حسن سے متاثر ہو کر دور دور سے لوگ رشتہ لے کر اس کے گھر آتے ہیں۔ اسی شہرت کو سن کر کیچ کا شہزادہ پنوں بھنبھور آ جاتا ہے۔ کیچ وہ علاقہ ہے جہاں صوبہ بلوچستان کے پہاڑ سندھ سے آ کر ملتے ہیں۔ پنوں کے عزیز و اقارب ایک بلوچ شہزادے کے ایک دھوبن سے عشق کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور ایک دن دھوکے سے سسی کے گھر مہمان بن کر دونوں کو نشہ آور مشروب پلا دیتے ہیں اور بے ہوشی کی حالت میں پنوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ صبح جب سسی نیند سے جاگتی ہے تو وہ پنوں کو بستر سے غائب پا کر پریشان ہو جاتی ہے۔ اس تناظر میں این میری شمل یوں گویا ہوتی ہیں:

> "Punnun reaches his goal, falls in love with Sassi and stays with her. His highborn relatives are understandably horrified that the prince has become a washerman- one of the lowest castes. They turn up in Bhambhore, intoxicate the pair and abduct Punnun from their common abode. When Sassi awakens, she discovers that the bed is empty and the guest's camels have long since departed, carrying the sleeping Punnun away wth them." [7]

اس واقعے کے بعد این میری شمل نے صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کے صوفیانہ خیالات کو اس مضمون میں سپردِ قلم کیا ہے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی کا خیال ہے کہ عشق ایک ایسی بے تاب کیفیت ہے جس میں ایک عورت اپنے محبوب کی تلاش میں اپنا گھر بار اور سب کچھ تیاگ دیتی ہے۔

مصنفہ کے نزدیک سسی کی صحرا نوردی اس کے روح کا سفر ہے جس میں وہ محبوب کے وصل کی خاطر ہر شے تیاگ دینے کے جذبے کا اظہار کرتی ہے۔ اس تناظر میں اس مضمون میں مولانا رومی سمیت مختلف صوفیا کے روح کی بالیدگی اور پاکیزگی کے طریقوں پر بھی بحث کی گئی ہے۔ سسی کی غلطی سے متعلق اس مضمون میں یوں بیان کیا گیا ہے:

> "Sassi, roaming through the wilderness, know that she has violated the law of love because she slept instead of staying the side of her beloved." [8]

شاہ عبداللطیف بھٹائی کا ماننا ہے کہ سفر جہنم کا ایک ٹکڑا ہے اور محبت ایک ایسی تپش کا نظام ہے جو خدا نے لگائی ہے۔ سسی کو بھی ان ہی کیفیات سے گزرنا پڑا تھا۔

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

اس مضمون میں راہِ سلوک میں سبق کے مفاہیم کو خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے محبوب کا جلوہ دیکھا، وہی ایک پیار کرنے والی روح اور محبت کی روح سے واقف ہو سکتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے کہ عورت اپنے محبوب کے بنا لاچار ہے۔این میری شمل کے مطابق سسی ایک خاص حد تک مجنوں کی تانیثی شکل ہے۔اس مضمون میں مجنوں کے عشق اور لیلیٰ کی خوبصورتی دیکھنے کی صلاحیت کو بھی بیان کیا گیا ہے:

> "We might add that Sassi, to a certain extent, is the femine counterpart of Majnun who, lost in thoughts of his Laila, roamed about the desert, even though his beloved was nowhere near as attractive to other men as she was to him." [9]

اس مضمون میں سسی کی بے پایاں مشکلات کا ذکر بھی جامعیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔اس کے پاس اپنے محبوب کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔شاہ عبد اللطیف نے محبوب سے بچھڑنے اور اس سے ملنے کے اشتیاق کو بانسری سے تشبیہ دی ہے۔اسی بانسری کی لے کا ذکر مولانا رومی کے ہاں بھی ملتا ہے۔مثنوی مولانا روم سے چند اشعار بھی اس تناظر میں کوٹ کیے گئے ہیں۔جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بانسری سے نکلنے والی پر سوز آواز در حقیقت اس کے اصل یا محبوب یعنی درخت سے بچھڑنے کے غم کی آواز ہے۔

مضمون میں بتایا گیا ہے کہ جس راستے پر سسی چلی اس پر بڑے بڑے شہسوار بھی زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔محبت کے سامنے اونچے اونچے پہاڑ بھی چٹیل میدان اور راکھ بن جاتے ہیں۔یہ تمام باتیں حقیقت پر مبنی ہیں۔اس کا حوصلہ پہاڑ کی مانند ہے جیسے ایک سچے خدا کے متلاشی کا ہوتا ہے۔وہ اس خواہش کا اظہار بھی کرتی ہے کہ کاش کیچ کے کتے اور کوے میرے جسم سے گوشت نوچ کر کھا جائیں۔کیونکہ کوا مہمانوں کی آمد سے متعلق بتانے والا اور تیز حسن والا پرندہ ہے۔وہ کوے سے التجا کرتی ہے:

> "Kare Kang Karishn,
> bring him greetings, O crow,
> Fall prostrate at the feet of my beloved, and don't drop the message I give
> you
> somewhere along the ways!" [10]

این میری شمل نے سسی کے جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔اس کے بقول اگر اس کے بس میں ہوتا تو سسی کیچ جانے والے کوے کو اپنا دل بھی نکال کر دے دیتی اور وہ پرندا سوائے اس کی آنکھوں کے اس کا سارا جسم کھا سکتا تھا۔این میری شمل کے نزدیک اس کی محبت میں ایک کمی ہے کہ اس نے آنکھوں کو کیوں شامل نہیں کیا اور وہ آنکھ کس کام کی ہے جس میں محبوب کا دیدار شامل نہ ہو۔جیسا کہ ازمنہ قدیم میں مجذوبہ خواتین محبوب سے جدائی پر رو رو کر اندھی ہو جایا کرتی تھیں تاکہ دل کی آنکھ سے محبوب کا دیدار کر سکیں۔اس حقیقت کو امام غزالیؒ نے بیان کیا ہے۔مضمون نگار نے منصور حلاج کو شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے خراجِ تحسین پیش کرنے کی روایت کو بھی بیان کیا

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

ہے۔ جس نے بخوشی موت کو قبول کیا۔ کیونکہ اس موت نے اسے محبوب سے وصل کی لذت سے آشنا کیا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ این میری شمل نے سسی کو منصور حلاج کی طرح محبت کی شہید قرار دیا ہے۔ سسی اُپنے محبوب کی یاد میں کمزور تر ہو جاتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ مرشد کامل سے پہلے اپنے عاشق کو ابالتا ہے اور پکاتا ہے جس طرح سونا تپ کر کندن بن جاتا ہے۔اسی طرح پکانے کے بعد اسے عاشق کا حقیقی دیدار حاصل ہوتا ہے۔اسی طرح عشق کی آگ عاشق کو جلا کر کندن بنا دیتی ہے۔اس کی تائید مولانا رومی نے بھی کی ہے۔ شاہ عبد الطیف بھٹائی نے عشق کی کیفیت کو بیان کرنے کے لیے رنگ کا استعارہ بھی برتا ہے۔ جس طرح کسی چیز کو رنگنے سے پہلے اس کو صاف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی سب سے پہلے اپنے محب کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کرتا ہے اور اس طرح تطہیر کا یہ عمل تباہ کرنے والے تیزابوں سے کیا جاتا ہے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ یہ تمام رنگ در حقیقت اسی ذات کے ہیں۔ محبوب کو کبھی کبھار اس دھوبی کی مانند بھی پیش کیا گیا ہے جو اپنے میلے کچیلے کپڑوں کو اس طرح دھوتا ہے کہ تمام میل کچیل نکل جاتا ہے۔ چونکہ محب جانتا ہے کہ محبوب کی طرف سے آنے والے تمام مصائب اس کو صاف کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔اسی لیے سسی ان مشکلات کو بخوشی قبول کر لیتی ہے۔ کیونکہ اسے احساس ہے کہ ان مشکلات سے گزر کر اسے اپنی منزل ملے گی۔ آہستہ آہستہ اسے صحرا نوردی میں لطف آنے لگتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے محبوب کبھی نہ ملے اور اس کا قلب ویران کو کبھی اطمینان نصیب نہ ہو اور وہ ایسے ہی تڑپتی رہے۔ایسا لگتا ہے کہ منزل یہی مشکل راستہ ہے۔

مضمون نگار کا ماننا ہے کہ یہ نا ختم ہونے والا انسانی سفر انسان کی سرشت میں شامل ہے اور اسے صرف موت ہی ختم کر سکتی ہے۔ بعض صوفیا کا یہ بھی ماننا ہے کہ موت کے بعد انسان ایک اور سفر پر نکل کھڑا ہو جاتا ہے۔ بھٹائی سسی کو نصیحت کرتے ہیں کہ مرنے سے قبل اپنی خواہشات ختم کرنا ہی اصل مقصد حیات ہے۔ انسان نفس کی قربانی اور نفسانی خواہشات پر قابو پا کر محبوب حقیقی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ فطرت ایسے شخص کی مدد کرنے کی کوشش کرنے لگ جاتے ہیں۔

این میری شمل نے دسویں باب میں بڑی جامعیت کے ساتھ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے عشقیہ لوک قصے کا جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے اس عشقیہ قصے کو بیان کرتے ہوئے تصوف کے خصائص کو بھی بھرپور انداز میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے امام غزالی، مولانا رومی، منصور حلاج اور شاہ عبداللطیف جیسے صوفیا کرام کے ملفوظات کو بھی بار بار کوٹ کیا ہے۔ تصوف، راہِ سلوک، نفس پر قابو پانے کے مراحل، عشق کی تپش اور وصل پرستی جیسے موضوعات کو شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کے تناظر میں مصنفہ نے کمال مہارت سے اس مضمون میں موضوع بنایا ہے۔

حوالہ جات

1. Schimmel, A. (1974). *Sindhi Literature*. Otto Harrassowitz Verlag.
2. Schimmel, A. (1974). *Sindhi Literature*. Otto Harrassowitz Verlag.
3. Schimmel, A. (1974). *Sindhi Literature*. Otto Harrassowitz Verlag.
4. Schimmel, A. (1974). *Sindhi Literature*. Otto Harrassowitz Verlag.
5. Schimmel, A. (1974). *Sindhi Literature*. Otto Harrassowitz Verlag.
6. Chishti, M. I., & Qadir, S. A. (2023). Tracing "Local" Cultural and Ideological Dimensions in Schimmel's Pain and Grace: A Critical Discourse Analysis. *Karachi Journal of Language Research*, Vol. 18(1).
7. Annemarie Schimmel, My Soul is a Women. The Feminine in Islam, Translated by: Susan H.Ray, New York: Continnum, 1997, P:139
8. Ibid, P:143
9. Ibid, P:145
10. Ibid, P:149